سعودیہ کے ذریعے
یورپ اور امریکہ کا سفر کیجیے

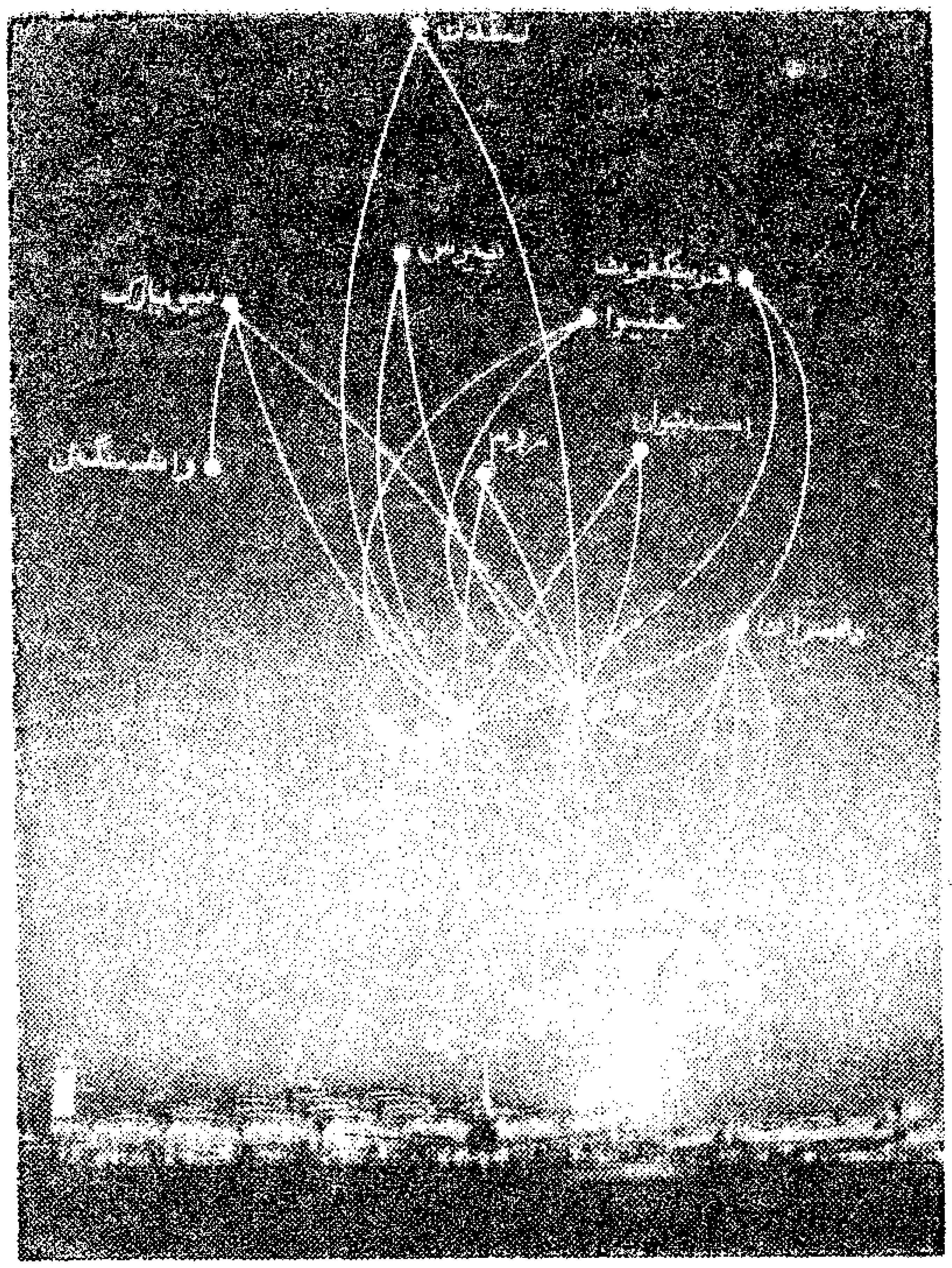

اگر آپ یورپ اور امریکہ کا سفر کر رہے ہیں تو سعودیہ کے ذریعے پرواز کریں۔ دنیا کے
چند نفیس ترین ایئرپورٹس سے ہو کر گزر سکتے ہیں۔
عمرہ ادا کیجیے یا جدہ، ظہران اور ریاض سے سعودیہ کی موزوں و مربوط
نان اسٹاپ فلائٹس سے فائدہ اٹھائیے۔

مزید تفصیلات کے لئے آیاٹا کے منظور شدہ ٹریول ایجنٹ یا سعودیہ کے قریبی
دفتر سے رجوع کیجیے۔

السعودية
سعودی عربین ایرلائنز
اهلاً وسهلاً

SV. 1492 ORIENT

شیخ نذیر حسین، مدیر اردو دائرہ معارف اسلامیہ
پنجاب یونیورسٹی، لاہور

حافظ ابو العلاء الھمذانی

نامور محدّث اور صوفی

یاقوت الرومی نے عرب ادیبوں، نحویوں، لغویوں اور شاعروں کے حالات میں ایک مبسوط کتاب معجم الادباء بیس جلدوں میں لکھی ہے۔ اس کتاب کی آٹھویں جلد میں انھوں نے چھٹی صدی ہجری کے مشہور محدّث اور صوفی حافظ ابو العلاء الھمذانی کے دلچسپ اور اثر انگیز احوال لکھے ہیں، جس کی ضروری تلخیص پیش خدمت ہے۔ (شیخ نذیر حسین)

حافظ ابو العلاء الھمذانی کا پورا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابو العلاء الحسن بن احمد الحسن بن احمد ابن محمد بن سہل بن سلمہ بن عسکل بن اسحاق العطاء الھمذانی، عسکل عربوں کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ وہ ۴۸۸ھ میں جنوبی ایران کے مشہور شہر (ہمذان) میں پیدا ہوئے۔ ہمذان ایران کا قدیم ترین شہر ہے، جس کا ذکر تورات میں احمتا کے نام سے بھی آیا ہے۔ یہاں ابن سینا کی قبر بھی ہے، مشہور ادیب اور انشا پرداز بدیع الزمان بھی اس سرزمین سے تعلق رکھتے تھے۔

ابو العلاء بچپن ہی سے نہایت ذہین فطین تھے۔ انھوں نے ایک قاری سے قرآن مجید صرف سورہ یوسف تک حفظ کرکے باقی قرآن مجید ایک بار خود بخود حفظ کرلیا۔ باقاعدہ تعلیم کا آغاز ہوا تو انھوں نے ایک دن میں نحو میں شیخ عبد القادر جرجانی کی کتاب الجمل یاد کرلی۔ اس کے بعد انھوں نے جمھرۃ اللغۃ (ابو بکر بن درید)، کتاب المجمل (ابن فارس) اور کتاب النسب (زبیر بن بکار) جیسی امہات کتب بالکل حفظ کر ڈالیں۔ اس کے بعد وہ علوم دینیہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے اور ان علوم میں کمال حاصل کیا۔ لوگوں نے ابو العلاء سے پوچھا کہ آپ نے زیادہ تر علوم قرآن اور حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے، انھوں نے جواب دیا کہ میں نے ابتدائی عمر میں دیکھا کہ اکثر لوگ ان علوم کے درس و تدریس سے رغبت اور اکابر علماء سے ملاقات کا شوق نہیں رکھتے، اس لیے میں نے اپنی ساری عمر علم دین کے حصول میں صرف کر دی ہے۔

حافظ ابو العلاء دن کو کتابت حدیث یا اس کے مطالعہ میں مصروف رہتے یا طلبہ کو پڑھاتے رہتے یا قرآن پاک کسی سے سنتے رہتے۔ انھوں نے رات کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصے میں تصنیف و تالیف کا کام کرتے، دوسرے حصے میں غور و فکر کرتے اور تیسرے حصے میں استراحت فرماتے۔ جب وہ سو کر اٹھتے تو کسی ا

یا کریم یا کریم آلہ پڑھتے ۔ وہ غریبوں اور حاجت مندوں کی کھلے دل سے امداد کرتے چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کا گھر رہن تھا ۔

حافظ ابو العلاء کو علم حدیث سے بے حد شغف تھا ۔ فرماتے تھے کہ اگر کوئی شخص مجھے ایسی حدیث سنا دے جو مجھ تک نہ پہنچی ہو تو میں اس کا منہ سونے سے بھر دوں گا ۔ اس کے باوجود وہ مجمع عام میں حدیث کی روایت اور اس کی تشریح و تفسیر سے محترز رہتے ان کو ڈر لگا رہتا کہ سناتے وقت حدیث کے الفاظ میں کمی بیشی نہ ہو جائے وہ شدت سے سنت پر عمل کیا کرتے تھے ۔ اگر کوئی شخص چاہے وہ کتنا ہی بڑا ہو ، سنت کے خلاف کام کرتا تو اس کو فوراً ٹوک دیتے ۔ ایک دفعہ سلطان محمد ، حافظ ابو العلاء سے ملنے آیا ۔ انہوں نے سلطان کو بہت سی نصیحتیں کیں اور جب سلطان جانے لگا تو انہوں نے اس کو تاکید کی کہ وہ سب سے پہلے اپنا دایاں پاؤں باہر نکالے اور دائیں جانب سے راستہ پکڑے ، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک کے نام باوضو لکھتے ۔

حافظ ابو العلاء کے علم و فضل اور دینداری و پرہیزگاری کی ساری اسلامی دنیا میں دھوم تھی ۔ دور دور سے طلبہ تحصیل علم کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ایک دفعہ ایک مراکش عالم ان کی علمی شہرت سن کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع ہے ۔

سعی الیک علی قرب ومن بعدٍ   من کان ذا رغبةٍ فی العلم وسند

(دور و نزدیک سے کشاں کشاں ان کے پاس علم کے شائق اور سند حدیث کے متوالے آ رہے ہیں)

امام ابو المبارک المقری الشیرازی نے حافظ ابو العلاء کی مدح میں یہ شعر کہا ہے :-

سار حسیر الشمس فی کل موطنٍ   وھبّ ھبوب الریح فی الشرق والغرب

(سورج کی طرح ہر جگہ ان کا ذکر جاری و ساری ہے اور ہوا کی طرح وہ مشرق و مغرب پر چھائے ہوئے ہیں)

حافظ ابو العلاء خدا رسیدہ بزرگ اور ولی کامل تھے ان کے معاصرین ان کے علم و فضل اور تقویٰ و دیانت کے بے حد مداح تھے ۔ حافظ ابو جعفر اپنے زمانے کے ممتاز محدث تھے ۔ وہ فرمایا کرتے کہ اگر روز قیامت مجھ سے پوچھا گیا کہ تم اپنے ساتھ کیا لائے ہو تو میں حافظ ابو العلاء کو پیش کر دوں گا ۔ ایک دفعہ حافظ ابو اسمٰعیل بن محمد اصفہانی کی جامع مسجد میں محدثین کی ایک جماعت کو حدیث کی املا کرا رہے تھے کہ ناگہاں حافظ ابو العلاء تشریف لے آئے تو حافظ ابو القاسم نے املا بند کر کے حاضرین سے کہا کہ جس نے اس صدی کے مجدد کو دیکھنا ہو وہ حافظ ابو العلاء کو دیکھ لے تو تمام حاضرین نے اٹھ کر ان سے مصافحہ کیا ۔ حافظ ابو طاہر السلفی اسکندریہ کے مشہور محدث تھے ۔ ان کی مجلس درس میں ایک دفعہ حافظ ابو العلاء کا ذکر آیا تو حافظ سلفی نے کہا کہ دینداری نے ان کو سرفراز کیا ہے ۔

حافظ ابو العلاء مستجاب الدعوات تھے۔ خلیفہ عباس ـــــ لامر اللہ ان کا بڑا معتقد تھا اور خط میں انہیں وارث علم الانبیاء اور حافظ شرع المصطفیٰ لکھا کرتے تھے اور ہمیشہ ان سے طالب دعا رہتا تھا، لیکن حافظ صاحب نے کبھی بھی کوئی عطیہ یا صلہ اور انعام قبول نہیں کیا بلکہ بغداد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے گئے۔ ان کے کشف و کرامات کے بہت سے واقعات مذکور ہیں۔ استاد بہلہ حافظ ابو العلاء کے گھر کے لیے آٹا پیسا کرتے تھے۔ ایک دن بہلہ آٹا پیس کر لا رہے تھے کہ راستے میں ایک درویش نے اس سے تھوڑا سا آٹا مانگا، لیکن اس نے نہ دیا۔ جب وہ حافظ صاحب کی خدمت میں آٹا پیس کر لایا تو انھوں نے کہا کہ اگر تم اس درویش کو مٹھی دو مٹھی آٹا دے دیتے تو تمہارا کیا بگڑتا۔ بہلہ نے توبہ کی اور ان کی کرامت کا قائل ہو گیا۔

شیخ مسعود النعال ایک صوفی بزرگ تھے۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ وہ دعا کے لیے حافظ ابو العلاء کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حافظ صاحب پہلے سے ذکر فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو جس نطفہ سے کوئی جاندار پیدا کرنا منظور ہوتا ہے، وہ ضرور پیدا ہو کر رہتا ہے۔ شیخ مسعود یہ سن کر رو پڑے، لوگوں نے وجہ پوچھی تو شیخ مسعود نے جواب دیا کہ میں بے اولاد ہوں اور میں حافظ صاحب سے دعا کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک لڑکا ارزانی فرمائیں۔ چنانچہ حافظ صاحب نے بچے کی پیدائش کے لیے دعا کی اور اپنا بچا کھچا کھانا عنایت فرمایا کہ وہ اسی اہلیہ کو جا کر کھلا دیں، چنانچہ ایک مدت کے بعد شیخ مسعود کے ہاں حافظ صاحب کی دعا سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔

حافظ ابو العلاء کا ایک خادم تھا، جس نے ان کی دس برس خدمت کی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے اس عرصے میں حافظ صاحب کی بہت سی کرامتیں دیکھیں۔ ایک دفعہ وہ نماز تہجد کے لیے وضو کرنے کے لیے اٹھے اور پانی مانگا۔ میں نے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو وہ سونے کے پانی سے بھرا ہوا نکلا جس کی چمک دمک سے سارا گھر روشن ہو گیا۔ میں یہ دیکھ کر چیخ اٹھا اور حافظ صاحب کو ڈول دکھایا تو انھوں نے انا للہ اور استغفر اللہ پڑھا اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں پھر میرے ہاتھ سے ڈول لے کر اس کو کنوئیں میں گرا دیا اور دوبارہ خالی پانی نکال لیا اور مجھے تاکیداً کہا کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

شیخ عمر بن سعد بیان کرتے تھے کہ وہ اور حافظ ابو العلاء ہم سفر تھے اور کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ہمیں ایک محدث ملے۔ حافظ ابو العلاء نے اپنی مسموعات کا ایک جز نکال کر ان کی قرأت شروع کر دی۔ قرأت سے فارغ ہو کر ہم اپنے اپنے راستے کی طرف چل دیتے ذرا آگے چل کر ایک نہر دکھائی دی جسے عبور کرتے ہوئے وہ جز پانی میں گر گیا۔ حافظ صاحب کو بہت غم و افسوس ہوا۔ ناگہاں ایک بزرگ قبول صورت کہیں سے نمودار ہوتے۔ انھوں نے حافظ صاحب سے ان کے غم و اندوہ کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے اس جز کے ضائع ہونے کا ذکر کیا۔ اس بزرگ نے کہا کہ اب قلم لے کر اپنی ضائع شدہ مسموعات لکھنا شروع کر دو۔ وہ بزرگ

نکھواتے جاتے تھے اور حافظ صاحب لکھتے جاتے تھے اور تعجب سے دیکھتے بھی جاتے تھے۔ جب املا ختم ہو چکی تو حافظ صاحب نے اس بزرگ کا دامن پکڑتے ہوئے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔ جواب ملا کہ میں تمہارا بھائی (حضرت) خضر ہوں۔ اس کے بعد وہ نظروں سے غائب ہو گئے۔

حافظ ابوالعلاء کی اہلیہ کا بیان ہے کہ ان کے گھر کے اوپر ایک کمرہ تھا جس کے دروازوں کو بند کر کے رات اور دن کے بیشتر اوقات میں حافظ صاحب تن تنہا خلوت گزین رہا کرتے تھے اور میں اکیلی اداس اور پریشان ہو کر وقت گذارتی تھی۔ ایک دن مجھے شوق چرایا کہ میں اوپر جا کر دیکھوں تو سہی کہ وہ اکیلے بیٹھے کیا کرتے رہتے ہیں، چنانچہ میں ہمت کر کے اوپر چڑھ گئی۔ چڑھتے چڑھتے میں نے دیکھا کہ ہر جگہ نور ہی نور چھایا ہوا ہے، جس سے گھر کا کونا کونا روشن ہے۔ میں نے دروازے کی درزوں سے دیکھا کہ حافظ صاحب ایک جگہ تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد ایک جماعت کچھ پڑھ رہی ہے، مجھ کو پڑھنے والوں کی دھندلی سی شکلیں نظر آ رہی تھیں اور مدھم سی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ میں یہ منظر دیکھ کر ڈر گئی اور بے ہوش ہو گئی میں کچھ دیر کے بعد ہوش میں آ گئی تو دیکھا کہ حافظ صاحب میرے سر پر کھڑے ہیں اور محبت سے پوچھ رہے ہیں کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ کہنے لگے کہ اگر میری خوشنودی چاہتی ہو تو اس منظر کو کسی پر ظاہر نہ کرنا، چنانچہ میں نے اس واقعہ کو عمر بھر چھپائے رکھا ہے اگرچہ اس خوف، دہشت اور گھٹن سے میں خود بیمار پڑ گئی اور اپنے والدین کے گھر علاج کے لیے چلی گئی۔ انکی بیوی کے بھائی کا بیان ہے کہ میری بہن کی موت کا سبب یہی واقعہ تھا۔ ان کے علاوہ ان کے بہت سے مکاشفات اور کرامات بھی ہیں۔

جب حافظ ابوالعلاء کا آخری وقت آیا تو ان کے بعض مریدوں نے انہیں کلمہ شہادت کی تلقین کرنا چاہی لیکن ان کی ہیبت کی وجہ سے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی پھر اس میں گستاخی اور بے ادبی کا بھی احتمال تھا۔ آخر ان کے ایک مرید نے سورہ یٰسین شروع کر دی۔ اتفاق سے اس مرید نے ایک جگہ پڑھنے میں غلطی کر دی۔ حافظ صاحب نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور غلطی کی تصحیح کر دی ہمیں اس پر بہت خوشی ہوئی۔ اس کے بعد دوا کا پیالہ ان کے لبوں پہ رکھا گیا تو انہوں نے منہ موڑ کر پیالہ لبوں سے ہٹا دیا اور بلند آواز سے خود کلمہ شہادت پڑھ کر جان، جان آفرین کے سپرد کر دی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔ انہیں بروز جمعرات (۱۹۔ جمادی الاوّل ۵۹۹ھ) دفن کیا گیا۔

حافظ ابوالعلاء نے درہم و دینار کو کبھی بھی اپنے پاس نہیں رکھا۔ عوام کی صلاح و فلاح کی انہیں ہر وقت فکر رہتی، جو کچھ آتا وہ اسی دن غرض مندوں اور ناداروں کو دے دیتے، مفلوک الحال لوگوں کی خدمت میں خرچ کر دیتے۔ مرنے کے بعد انہوں نے کوئی مال و منال نہیں چھوڑا بلکہ ان کا مکان بیچ کر ان کا قرضہ ادا کیا گیا۔

(معجم الادباء)